

Sachi Lagan

[اپنے حنائی باتھوں سے ایک روز کچن میں کھانا تیار کر رہی تھی کہ کسی نے بیل دی۔ گیٹ پر گئی۔ کیا دیکھتی ہوں، ایک نہایت حسین و جمیل عورت منتظر ہے۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ میں تو اس پری چہرہ کی دید میں گم تھی۔ اس نے پوچھا۔ کیا شفیق گھر پر ہیں؟ وہ دفتر گئے ہیں، آپ کون؟ میرا نام نیلوفر ہے۔ ان سے ضروری کام ہے۔ اندر آ جائے میں نے اسے ارزاہ اخلاق کہا۔ بولی۔ میں دوبارہ آ جاؤں گی، اس وقت جلدی میں ہوں۔ وہ گیٹ سے پی لوٹ گئی اور میں شش و پنج میں سوچتی رہ گئی کہ آخر یہ پری وش کون تھی اور اس کو میرے شوہر سے کیا کام تھا؟ عورتیں اس طرح کی باتیں سوچتی ہی ہیں، اور میں تو پھر نئی نویلی دلہن تھی۔ تمام دن بے چینی میں گزرا۔ یہ عورت اس قدر حسین نہ ہوتی تو میں اتنی پریشان نہ ہوتی لیکن اس کا حسن اچھے بھلوں کو پریشان کرنے والا ہی تھا۔ شام کو جونہی شفیق گھر آئے، مشکوک نظروں سے ان کو دیکھا۔ میرا چہرہ دن بھر منفی سوچوں کے ساتھ کشت و خون کرنے سے اترا ہوا تھا۔ حسب معمول آج مسکرا کر ان کا استقبال نہیں کیا تھا۔ میرے چہرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔ ناز! کیا بات ہے، کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ خیر تو ہے۔ اوپری دل سے کہا۔ کچھ نہیں ہوا ہے، لیکن شفیق کھانا کھاتے ہوئے بار بار میرے چہرے کا جائزہ لیتے رہے۔ کچھ وقت ایسے ہی خاموشی میں بیت گیا، بالآخر ان سے ربا نہ گیا۔ کہنے لگے۔ شہناز دیکھو! ہم دونوں نئی زندگی کی ابتدا کر رہے ہیں۔ اگر مجھ کو نہ بتاؤ گی، کیا بات ہے تو بے سکون اور گھٹی گھٹی رہو گی۔ بہتر ہے کہ جو بات تم کو پریشان کر رہی ہے، بتا دو۔ وہ سچ کہہ رہے تھے۔ ان کے لہجے میں شہد جیسی مٹھاس تھی جس نے میرے دل کو گداز کر دیا۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ انہوں نے بڑی مشکل سے مجھے چپ کرایا۔ میں نے ان کو بتا دیا کہ آج ایک بہت خوبصورت لڑکی آپ کے بارے میں پوچھنے آئی تھی لیکن اس نے اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا اور نہ تعارف کرایا اور میرے دل میں وسوسوں کی کانٹوں بھری فصل بو کر چلی گئی۔ اگر آپ کی کوئی رشتہ دار ہوتی تو ضرور اپنا تعارف کرواتی۔ کون تھی وہ؟ بے اختیار انہوں نے کہا۔ شادی سے پہلے تو میری زندگی میں کبھی کوئی حسین عورت نہیں آئی، اب شادی کے بعد کون آگئی؟ کیا اس نے اپنا نام بھی نہیں بتایا۔ بتایا تھا، نیلوفر نام لیا تھا۔ نیلوفر؟ انہوں نے اپنے ذہن پر زور دیا۔ اچھا، وہ طاہر کی دوست تھی، اسی نے دو تین بار میرے دفتر بھی فون کیا تھا مگر میں سیٹ پر نہیں تھا۔ تین دن سے کوئی نیلوفر فون کرتی ہے لیکن میری بات نہیں ہو پاتی۔ میں ان کا چہرہ پڑھ رہی تھی لیکن نہیں پڑھ پا رہی تھی۔ تبھی اور بھی افسردہ ہو گئی، یہاں تک کہ آنسوؤں نے میرے چہرے کو بھگو دیا۔ شفیق نے رومال سے میرے آنسوؤں کو خشک کیا اور بولے۔ او، میرے پاس بیٹھ جاؤ اور آرام سے میری بات سنو۔ دیکھو اعتبار ایک قیمتی اثاثہ ہوتا ہے جو میان بیوی کی کامیاب زندگی کی بھی ضمانت ہوتا ہے۔ اب میں تم کو نیلوفر کے بارے بتاتا ہوں۔ تم تو جانتی ہو ملازمت میں ایسا ہوتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسفر ہو جاتے ہیں۔ ان دنوں میری بھی لاہور تبدیلی ہو گئی تھی۔ وہاں کسی سے واقفیت نہ تھی، سب سے بڑا مسئلہ میرے لئے رہائش کا تھا۔ دفتر سے نزدیک جو گھر تھے، وہ کرانے کے لحاظ سے بہت مہنگے تھے۔ دور سستے مکان ملتے تھے تو دفتر آنے جانے کی دقت تھی۔ اسی سوچ میں خاموش بیٹھا تھا، یہ میرا دفتر میں پہلا دن تھا۔ ساتھ والی نشست پر ایک شخص نے نوٹ کیا کہ میں کسی پریشانی میں گم ہوں تبھی اس نے مجھ کو مخاطب کیا۔ بھائی صاحب! کیا بات ہے۔ ہم کو پریشانی بتائیے گا تو آپ کی مدد کریں گے۔ میں نے کہا کہ بھائی! میں یہاں ٹرانسفر ہو کر آیا ہوں، اب رہائش کا مسئلہ ہے، اس شہر میں کوئی واقف بھی نہیں ہے۔ میری بات سن کر وہ ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔ بھلا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے، رہائش اور کھانے کی ذمہ داری میری سمجھو اور کوئی بات؟ بس اور کوئی بات نہیں ہے اور کیا چاہئے بھلا۔ یہ میری طاہر سے پہلی ملاقات تھی۔ ان دنوں میرے پاس سواری بھی نہیں تھی۔ اس نے چھٹی کے وقت مجھے اپنی گاڑی پر بٹھایا اور گھر لے گیا۔ افس سے تھوڑی دور ہی اس کا مکان تھا۔ یہ اس کے ماموں کا بنگلہ تھا جو بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ اب یہ طاہر کے تصرف میں تھا، طاہر یہاں اکیلا رہتا تھا اور کھانا بھی خود پکاتا تھا۔ ہم نے کھانا کھایا۔ وہ کھانا پکانے کا ماہر ہو چکا تھا۔ میں نے کھانے کی تعریف کی تو بولا۔ آٹھ سال سے گھر سے دور اکیلا ہی رہتا ہوں، کوننگ میں ماہر ہو گیا ہوں۔ وہ بہت نیک اور صاف دل شخص تھا۔ وہ سخی میں بھی تھا۔ اب ہم ساتھ رہنے لگے۔ مجھے کرائے کی بچت ہو گئی۔ کچن کا خرچہ ہم مل جل کر اٹھا لیتے تھے لیکن کھانا وہی بناتا تھا۔ میں برتن سمیٹتے میں اس کی مدد کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اسے کہا۔ طاہر دو ماہ ہو چکے تم مجھ پر خرچہ کرتے ہو، کرایہ بھی نہیں لیتے اور کھانا بنانے کی زحمت بھی اکیلے برداشت کرتے ہو، اپنی گاڑی پر مجھ کو افس لاتے لے جاتے ہو۔ کم از کم پیٹرول کے پیسے مجھ سے لے لیا کرو اور میں اپنے کام بھی خود کروں گا۔ کہنے لگا۔ ہار کیسی باتیں کرتے ہو، دوستی میں اس قدر حساب کتاب نہیں چلتا۔ آئندہ اس قسم کی باتیں مت کرنا ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ اس نے اس قدر خلوص سے کہا کہ میرے دل سے بوجھ اتر گیا۔ وقت اچھا گزر رہا تھا کہ ایک روز جبکہ وہ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا، دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھولا تو سامنے اتنی خوبصورت لڑکی کھڑی تھی کہ مبہوت رہ گیا۔ اس نے طاہر کا پوچھا۔ میں نے بتایا کہ وہ کام سے گیا ہوا ہے۔ لڑکی نے دوسری کوئی بات نہ کی، اپنا نام بتا کر چلی گئی۔ وہ شام کو لوٹا۔ میں نے بتایا کہ ایک لڑکی آئی تھی۔ اس نے اپنا نام بتایا اور چلی گئی۔ وہ میری کالج کی کلاس فیلو ہے۔ ہم شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے گھر والے نہیں مانتے جبکہ نیلوفر نے ضد ہے کہ وہ شادی مجھ ہی سے کرے گی۔ میرے والدین کئی بار رشتے کے لئے اس کے گھر جاچکے ہیں۔ اس کے والدین سے کافی منت سماجت بھی کی ہے۔ وہ لوگ راضی نہیں ہو رہے، اسی پریشانی میں آئی تھی۔ وہ کیوں راضی نہیں ہیں؟ وہ اس کی شادی اس کے کزن سے کرنا چاہتے ہیں جو لندن پڑھنے گیا ہوا ہے۔ وہ دوبارہ آئے گی، ذرا دھیان رہے۔ اگلے روز وہ پھر آئی۔ میں دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے مسئلے پر باتیں کرنے لگے۔ نیلوفر کہہ رہی تھی کہ ابو تو مانتے ہی نہیں، اب کیا کرنا ہے؟ تم ہی صلاح دو کہ کیا کریں؟ لو! تم تو مجھ سے بس پوچھتے ہی رہ جاؤ گے اور ابو میری شادی کر دیں گے۔ تم نے تو ابھی تک کچھ کیا ہی نہیں۔ کئی بار اپنے والدین کو رشتے کے لئے تمہارے گھر بھیجا ہے، اب اور کیا کروں۔ تاریخ طے ہو چکی ہے اور باقر لندن سے آ رہا ہے۔ اف میں تو مر ہی جاؤں گی۔ مرنا کیا معنی۔ والدین کی فرمانبرداری ہو۔ کر لو شادی میں تم کو بھگانے سے تو رہا۔ نیلوفر پریشان چلی گئی۔ طاہر بھی افسردہ ہو گیا۔ میں نے دوست کو دلاسا دیا کہ خاطر جمع رکھو، میں دوست ہوں کس دن کام آؤں گا۔ تمہارے مسئلے کا کوئی حل سوچتے ہیں۔ طاہر نے بتایا کہ نیلوفر کے بھائی کے لئے کسی اچھے ٹیوٹر کی ضرورت ہے، انہوں نے اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے، اگر تم اخبار کے دیئے نمبر پر فون کرو، کیا خبر بات بن جائے۔ اس نے نمبر دیا اور میں نے فون کر دیا۔ خوش قسمتی سے

بطور ٹیوٹر رکھ لیا انہوں نے مجھ کو گھر پر ملنے کا وقت دے دیا۔ میرا انٹرویو نیلوفر کی والدہ نے لیا اور مجھے کو گیا۔ اس طرح میری ان سے راہ ور سم ہو گئی۔ روز شام کو طاہر کی خاطر نیلوفر کے بھائی کو ٹیوشن پڑھانے جانے لگا۔ اس کے والدین مجھ کو اچھا جانتے تھے، والد سے جب سامنا ہو جاتا، محبت سے بات کرتے اور سلام دعا کر لیتے۔ میں ان سے بات کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک روز وہ گھر آئے تو میں اپنے شاگرد کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ وہ نماز پڑھنے گیا ہوا تھا۔ اس کے والد میرے پاس آ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے اور اپنائیت سے باتیں کرنے لگے۔ پوچھا۔ کہاں جاب کرتے ہو اور کہاں رہتے ہو؟ میں نے سچ سچ بتا دیا۔ اپنے کولیک طاہر کے پاس رہتا ہوں، موقع غنیمت تھا۔ میں نے طاہر کی تعریفیں شروع کر دیں۔ یہ بھی کہہ دیا کہ بہت نیک اور شریف نوجوان ہے۔ اگر آپ ہمدردی سے اس کے بارے سوچیں تو بڑی مہربانی ہو گی کیونکہ وہ میرا کولیک ہے۔ یہ سن کر موصوف کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہو گئے مگر ضبط کر گئے۔ جانے کیسے ضبط کی ورنہ چہرہ تو بتا رہا تھا کہ میرے منہ پر تھپڑ مار دینا چاہتے ہیں۔ بہر حال قصہ مختصر، انہوں نے کہہ دیا کہ میری لڑکی کی منگنی میرے بھائی کے بیٹے سے ہو چکی ہے۔ آئندہ یہ بات کبھی مت کرنا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہاں طاہر کی دال گلنے والی نہیں ہے لہذا خاموشی اختیار کر لی۔ سوچا کہ بچارے طاہر کو یہ سب بتا کر کیا تکلیف پہنچائوں کہ اس کے خوابوں کی تعبیر یہاں سے اب کبھی اسے ملنے والی نہ تھی۔ اگلے دن سے میں نے نیلوفر کے گھر ٹیوشن پڑھانے جانا چھوڑ دیا اور طاہر سے کہہ دیا کہ ان لوگوں نے منع کر دیا ہے۔ میں خود جانا تو بھی وہ مجھ کو گھر آنے سے منع کرنے والے تھے، تبھی ایک ماہ سے پہلے ہی نیلوفر کی قسمت کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ اس کے والد نے باقر کے آنے کا بھی انتظار نہ کیا اور ٹیلی فون پر ہی بیٹی کا نکاح پڑھوا دیا۔ اب نیلوفر کے گھر سے نکلنے پر بھی پابندی لگ گئی تھی، اس کی ملازمہ آ کر اس کا احوال بتاتی تھی، جب نکاح کے بارے ملازمہ نے طاہر کو بتایا تھا، اس نے عورت کی باتوں کو ضبط سے سنا، لیکن اس کے جانے کے بعد اپنی کنپٹیوں پر ہاتھ رکھ لئے جیسے اس کے دماغ کی شریائیں پھٹنے والی ہوں۔ وہ اوندھے منہ بستر پر پڑ گیا۔ میری ہمت نہ ہو رہی تھی کہ اپنے دوست سے کلام کروں۔ رات کو بالآخر اس کے پاس جا بیٹھا اور کہا۔ طاہر اللہ تعالیٰ کی مرضی جان کر قبول کر لو کیونکہ اس کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا، شاید کہ اسی میں کوئی بھلائی ہو۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیا جواب دیتا۔ آج اس کے ارادوں کے محل زمین بوس ہو چکے تھے۔ اسے سمجھانا بیکار تھا۔ اس نے کھانا بھی نہ کھایا اور اپنے کمرے کو بند کر کے سو گیا۔ سویا کہ نہیں، یہ تو میں نہ دیکھ سکا۔ بہر حال آج وہ کلی طور پر مایوس ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ چپ چپ رہنے لگا۔ آفس جاتا خاموشی سے کام کرتا۔ اس نے ہنسنا بولنا چھوڑ دیا۔ رستے میں مجھ سے بھی کلام نہ کرتا تھا، کھانا بھی کم کر دیا، بمشکل چند لقمے لیتا تھا، پھر وہ بیمار رہنے لگا۔ ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ اس نے استعفیٰ دے دیا ہے کیونکہ اس کی والدہ بیمار ہیں، وہ گھر جا رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم بے شک ماموں کے مکان کی چابیاں رکھ لو اور یہاں رہتے رہو جب تک کہ وہ بیرون ملک سے لوٹ کر نہیں آجائے۔ میں نے کہا، دوست میں بھی یہاں چند ماہ رہوں گا جب تک تبادلہ نہیں ہو جاتا۔ ٹھیک ہے اگر تبادلہ ہو جائے مجھے اطلاع کر دینا ورنہ چابیاں پڑوس میں دے دینا، میں ان سے لے لوں گا۔ اگلے روز وہ گانوں چلا گیا۔ میں اس کو آٹے تک چھوڑنے گیا۔ اس کے دو چار خطوط آئے تھے۔ آخری خط میں لکھا تھا کہ میں سعودی عربیہ چلا گیا ہوں۔ میرا تبادلہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا کوئی خط مجھے نہیں ملا۔ اس کا پتا بھی میرے پاس نہیں رہا ہے۔ اس واقعے کو تین برس ہو گئے ہیں۔ دل میں خلش سی رہتی تھی کہ کاش اس سے مل پاؤں، اس کے گانوں جا کر معلوم کروں۔ بس وقت ہی نہیں ملا۔ اگرچہ طاہر کو بھلا نہ سکا تھا مگر وقتی طور پر وہ میرے دھیان سے اتر گیا تھا کہ آج نیلوفر کے آ جانے سے ساری کہانی ذہن میں تازہ ہو گئی ہے۔ خدا جانے کیسے اتنے دنوں بعد مجھ کو ڈھونڈتی یہاں تک پہنچی ہے۔ کیا بات کرنا چاہتی ہے، یقیناً کوئی اہم بات ہی ہو گی۔ شفیق کی زبانی یہ کہانی سن کر میرے دل میں نیلوفر کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اپنے شوہر سے وعدہ کر لیا کہ اب اگر وہ آئی تو میں بٹھا لوں گی اور آپ کو دفتر فون کر کے بلوا لوں گی۔ توقع کے مطابق ہفتہ بعد وہ پھر آ گئی۔ چھٹی کا دن تھا۔ شفیق گھر کا سودا لینے گئے ہوئے تھے۔ میں نے اس کو خوش آمدید کہا، اس کا اعتماد قائم ہوا۔ میرے بلانے سے وہ گھر کے اندر آگئی، میں نے اس کو بٹھایا اور تواضع کی، اتنے میں شفیق بھی آگئے۔ دعا سلام کے بعد نیلوفر نے ان کو بتایا کہ میرا ٹیلیفون پر نکاح ہوا تھا لیکن فسخ کر لیا گیا تھا کیونکہ باقر نے لندن میں شادی کر لی۔ اس صدمے سے والد صاحب بیمار ہو کر چلے گئے۔ اب میں خود مختار اور آزاد ہوں۔ امی میری طاہر سے شادی پر راضی ہیں۔ انہوں نے ہی کہا ہے کہ تم سے رابطہ کروں اور تم طاہر سے رابطہ کرو۔ شفیق نے نیلوفر کو بتایا کہ ان کا طاہر سے رابطہ نہیں ہے اور نہ علم ہے کہ وہ کہاں ہے کیونکہ اس نے سعودی عربیہ جانے کے بعد رابطہ رکھا ہی نہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ فرصت ملنے ہی طاہر کے گانوں جا کر پتا معلوم کریں گے۔ پندرہ روز بعد عید آ گئی۔ چار چھٹیاں مل گئیں تو شفیق فوراً طاہر کے گانوں گئے۔ پتا چلا کہ وہ سعودیہ سے اپنے دوست کے پاس امریکا چلا گیا تھا اور امریکا کا پتا گانوں والوں کے پاس بھی نہ تھا۔ اپنا پتا اس نے اپنے قریبی عزیزوں تک کو نہ دیا تھا۔ اس کے والدین اپنے دوسرے بیٹے کے پاس چلے گئے تھے جو دبئی میں رہتا تھا۔ شفیق نے نیلوفر کو بتا دیا کہ گانوں سے تو پتا معلوم نہ ہو سکا۔ بہر حال کچھ دوستوں کے پاس جا کر ٹریس کرنے کی کوشش کریں گے، مل گیا تو اطلاع کر دیں گے۔ اس طرح چار ماہ گزر گئے اور شفیق کا ٹرانسفر ہو گیا۔ لاہور سے ہم چلے آئے۔ نیلوفر سے بھی اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔ اتفاق کہ کمپنی نے ٹریننگ کے لئے شفیق کو امریکا بھجوا دیا اور میں اپنے میکے چلی گئی۔ کچھ دنوں بعد شفیق کا امریکا سے فون آیا۔ مجھے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک مشترکہ دوست کے ذریعہ طاہر سے ہو گئی ہے، وہ ان کو اپنے گھر لے گیا۔ میں طاہر کو نیلوفر کے بارے میں بتانا چاہتا تھا لیکن نہ بتا سکا کیونکہ اس نے شادی کر لی ہے اور بیوی بھی اس کی امریکی نژاد پاکستانی ہے۔ ایک بیٹی بھی ہے۔ سو ہمت نہ ہوئی کہ اسے نیلوفر کے بارے میں بتاتا کیونکہ یہاں وہ اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ بہت خوش ہے۔ اب تم نیلوفر کو بتا دینا، اگر تم سے ملنے آئے تاکہ وہ جھوٹی اس میں نہ رہے کیونکہ مجھ کو لگتا ہے کہ طاہر نیلوفر کو نہ پا سکتے ہیں۔ غم کو بھلا چکا ہے۔ شفیق نے کہا۔ شہناز اب تم مشورہ دو کہ میں طاہر کو نیلوفر کے بارے کیسے آگاہ کروں کیونکہ میرا خیال ہے کہ اب یہ دونوں نہیں مل سکتے۔ آپ مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں، جو چاہے طاہر سے کہہ دیں۔ نیلوفر مجھ کو ڈھونڈتی ہوئی اس شہر بھی آگئی جہاں میرا میکہ تھا۔ کیونکہ اس کی لگن سچی تھی جو اسے چین نہ لینے دیتی تھی، تبھی میں نے اس کو بتا دیا کہ طاہر شادی کر چکا ہے اور خوش و خرم اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہ رہا ہے۔ تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، نکاح

لو اور اُنندہ کے لئے ہی تو ہوا تھا۔ سراب کے پیچھے بھاگنے سے بہتر ہے کہ کوئی اچھا شہ مل جائے تو تم گھر بسا سوچو ، عورت کو اپنا گھر اور تحفظ چاہئے ہوتا ہے۔ اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا۔ نیلوفر کو میں نے سمجھایا تھا۔ اس وقت تو کیا سوچتی جب میں نے اس پر حقیقت آشکار کر دی، تب تو انکھیں اس کی دریا ہو گئی تھیں۔ بعد میں کبھی شاید اس نے سوچا ہو گا۔ اس کے بعد نیلوفر میرے پاس کبھی نہیں آئی اور مجھے بھی زندگی کے کاموں نے فرصت نہ دی کہ اس کو تلاش کرتی اور اس کے پاس جاتی۔ وقت گزرتا گیا اور ہم نے اس واقعہ کو بھلا دیا۔ ہمارے بچے ہو گئے۔ میں بچوں کی پرورش میں مصروف رہی اور شفیق روزی کمانے کے چکر میں لگے رہے۔ ان کی ترقی ہوتی گئی، محنتی تھے، دیانت دار تھے ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمت اور رزق کے دروازے روز بہ روز کشادہ رکھے۔ یونہی بیس برس بیت گئے۔ شفیق کی خواہش تھی کہ ہم امریکہ سیٹل ہو جائیں لیکن حالات اجازت نہ دیتے تھے۔ بالآخر ایک روز ان کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موقع عطا کر دیا اور ہم بچوں سمیت امریکا شفٹ ہو گئے۔ پاپڑ تو بڑے بیلنے پڑے لیکن میرے میاں کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی کہ اچھی جاب مل گئی، گھر بھی مل گیا۔ زندگی میں سکون آ گیا تو ایک روز شفیق کو طاہر کا خیال آ گیا۔ کسی دوست کے ذریعے پتا وغیرہ معلوم ہو گیا تو اسے فون کیا اور ہم میاں بیوی کو اس نے مدعو کر لیا، ہم ان کے گھر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نیلوفر نے ہمارا استقبال کیا۔ طاہر سے تو پہلے نہ ملی تھی مگر نیلوفر کو مل چکی تھی۔ اس نے بہت گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ نیلوفر طاہر کی بیگم کی حیثیت سے ملی تھی۔ جس بات کو ہم نے یہ سمجھا کہ ممکن نہیں رہی ہے، اس کو ممکن دیکھ لیا تو حیرت ہی ہوئی تھی۔ نیلوفر نے بتایا کہ جب ہماری شادی ہونا چاہئے تھی، نہ ہو سکی لیکن آپ سے آخری بار ملنے کے سات برس بعد جب طاہر امریکا سے پاکستان آئے تھے تو مجھ سے ملنے آئے ، تب ان کی امریکن نیشنل بیوی ان سے طلاق لے چکی تھی اور وہ بچی بھی لے گئی جو درحقیقت اس کے پہلے خاوند سے تھی۔ ان کا نباہ نہوڑے عرصے رہا تھا۔ نیلوفر نے بتایا۔ پس تقدیر میں طاہر سے شادی کا بندھن لکھا تھا، لہذا ہم نے شادی کر لی ، اس وقت والدہ حیات تھیں۔ میری طاہر سے شادی پر وہ بہت خوش ہوئیں جیسے ان کو سکون مل گیا ہو ۔ سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ تیھی طاہر امریکا سے آکر مجھے ساتھ لے آئے۔ اب ہم ایسی زندگی گزار رہے ہیں کہ جس کا کبھی میں نے خواب دیکھا تھا۔ طاہر کو بھی میرے ساتھ سے سکون ملا ہے۔ شاید ہم کو رب نے پیدا ایک دوسرے کے لئے کیا تھا لیکن درمیان میں ایک مدت جدائی کی رکھ دی تھی۔ وہ مدت ہم نے ایک دوسرے کی جدائی میں کاٹی اور اب دعا ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک ہمارا ساتھ رہے اور ہم کبھی جدا نہ ہوں۔ میں نے کہا۔ آمین، نیلوفر! اللہ نے تمہاری آرزو پوری کی لیکن ایسا اس دنیا میں کم ہوتا ہے کہ کوئی ایک بار بچھڑ کر پھر اس طرح مل جائے جیسا کہ تم طاہر سے ملی ہو ۔ شاید سچی لگن اسی کو کہتے ہیں۔"]